اجتماعی قربانی کا شرعی حکم

محررہ

قاضی شہید عالم رضوی کٹیہاری

خادم تدریس وافتاء جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف یوپی

ناشر

محمد حسن منور رضا خاں بریلی شریف

نام کتاب	:	اجتماعی قربانی کا شرعی حکم
مصنف	:	قاضی شہید عالم رضوی کٹیہاری
		یکم ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ
کمپوزنگ	:	مولانا محمد شفیق الحق رضوی کٹیہاری

M.9997662550

صفحات	:	۲۹

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسائل ذیل میں کہ

(۱) اجتماعی قربانی کرانے والے سیکڑوں جانوروں کی قربانی کراتے ہیں، اس تعلق سے آپ کے نام سے جو آڈیو جاری ہے اس میں آپ نے کہا ہے کہ اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنے والے جانور خریدنے کے بھی وکیل ہوتے ہیں، اس لیے جانور خریدتے وقت سات سات لوگوں کے نام سے ایک ایک جانور خریدنا ضروری ہے، ورنہ ان کی قربانی درست نہ ہوگی، ایسا کرنا کیوں ضروری ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے؟ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

(۲) کسی شخص نے اپنی قربانی کے لیے ایک بھینس خریدی اس وقت سات لوگوں کے نام سے نہیں خریدی بعد میں چھ لوگوں کو شریک کرلیا تو بتایا یہ ہے کہ ان کی طرف سے قربانی جائز ہے جب کہ خریدتے وقت ان چھ لوگوں کی نیت نہ تھی تو ان کی طرف سے قربانی کیوں جائز ہوگی؟

(۳) مدرسے کے ناظم اجتماعی قربانی کے لیے فی نفر ایک متعینہ رقم جمع کر لیتے ہیں اور قصاب قربانی کے موقع پر بیچنے کے لیے پہلے سے ہی بہت سے جانور خرید کر رکھ لیتا ہے اجتماعی قربانی کرنے والے ناظم اس قصاب سے سارے جانور خرید لیتے ہیں پھر وقت مقرر پر ان لوگوں کے نام سے قربانی کردی جاتی ہے۔ جب کسی آدمی کی طرف سے قربانی کے لیے جانور متعین کر دیا جاتا ہے اور قربانی کرنے کے لیے عالم کو یا قصاب کو سپرد کر دیا جاتا ہے تو کیا اس وقت بیع تعاطی منعقد ہو جاتی ہے؟ اور اس بیع تعاطی کی وجہ سے وہ آدمی جس کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے اس جانور کا مالک ہو جاتا ہے؟ اسی طرح جس وقت وہ جانور کسی معین شخص کی طرف سے قربان کیے جانے کے لیے لٹایا جاتا ہے تو کیا اسی وقت سب سے پہلے وہ آدمی اس جانور کا مالک ہو جاتا ہے؟ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے۔

الحاصل کیا یہ بیع تعاطی ہے؟ اور وہ آدمی جانور کا مالک ہو جاتا ہے؟ اور قربانی جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ پوری وضاحت فرمادیں۔

(۴) کیا اپنا جانور پیر و مرشد کی اجازت سے ان کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے زمین پر لٹانے سے یا قربانی کے لیے عالم یا قصاب کو سپرد کرنے سے پیر صاحب کا قبضہ پالیا جاتا ہے اور ان کی طرف سے قربانی درست ہو جاتی ہے شریعت کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی:

محمد حسن منور رضا خاں

ساکن: بریلی شریف

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

الجواب اللهم هداية الحق و الصواب:۔ قربانی جائز و درست ہونے کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ درج ذیل دو امور ضروری ہیں۔

(۱) جس کی جانب سے قربانی کی جائے اس کی نیت قربانی کی ہو خواہ پہلے ہی سے نیت کر لی ہو یا بوقت ذبح نیت کرے۔

الحاصل اہراق دم مضحی کی نیت تضحیہ پر ہونا ضروری ہے۔ اجتماعی قربانی میں مضحی جب اپنی طرف سے قربانی کے ارادے سے اجتماعی قربانی کے ناظم کو پیسے بھیج دیتا ہے تو اس کی طرف سے قربانی کی نیت متحقق ہو جاتی ہے اس لیے اجتماعی قربانی کے باب میں نیت کے مسئلہ میں زیادہ بحث و مباحثہ کی حاجت نہیں۔

(۲) یہ بھی ضروی ہے کہ قربانی کا جانور بوقت ذبح مضحی کی ملک ہو اگر قربانی کا جانور بکری کی نوع کا چھوٹا جانور ہو تو ضروری ہے کہ کامل جانور بوقت ذبح مضحی (جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے) اس کی ملک ہو۔ اور اگر بڑا جانور ہو جیسے گائے، بھینس یا اونٹ تو ضروری ہے کہ سبع یعنی ساتواں حصہ بوقت ذبح مضحی کی ملک ہو اگر ایسا نہیں تو اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں۔

الحاصل یہ ضروری ہے کہ اہراق دم مضحی کی ملک میں ہو۔

اجتماعی قربانی میں جو لوگ اپنی قربانی کے لیے پیسے بھیجتے ہیں وہ لوگ نہ تو خود سے جانور خریدتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں بلکہ اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے ناظم کو اپنا وکیل بناتے ہیں۔ اور دو امور کا وکیل بناتے ہیں۔

(۱) ایک جانور خریدنے کا (۲) دوسرا اس جانور کو ذبح کروانے کا

دوسرے امر کا معاملہ زیادہ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ اس لیے کہ آدمی اپنی قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے یا دوسرے سے ذبح کروائے بلکہ کسی شخص کی قربانی کے جانور کو دوسرا شخص اس کی اجازت کے بغیر ذبح کر دے جب بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

تبیین الحقائق ج۶ص۴۸۹ میں ہے:

وذكر في المحيط مطلقا من غير قيد فقال: ذبح اضحية غيره بلا امره جاز استحسانا ولا يضمن لانه في العرف لايتولى صاحب الاضحية ذبحها بنفسه بل يفوض الى غيره فصار ماذو ناله دلالة كالقصاب اذا شد رجل شاته للذبح فذبحها انسان بغير ا ذنه لايضمن۔

ترجمہ: محیط میں مطلقا بلا قید ذکر کیا تو فرمایا: کہ دوسرے کی قربانی کا جانور اس کے حکم کے بغیر ذبح کر دیا تو استحسانا اس مالک کی قربای جائز ہوگئی ذبح کرنے والے سے تاوان نہیں لیا جائے گا اس لیے کہ عرف میں قربانی کرنے والا قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کاروائی خود اپنے ہاتھ سے پوری نہیں کرتا بلکہ یہ کام دوسرے کو سونپتا ہے تو دوسرا شخص دلالۃ ماذون ہے جیسے کہ قصاب جب کسی شخص نے اپنی بکری کو ذبح کے لیے باندھا تو ایک انسان نے بکری والے سے اجازت لیے بغیر بکری کو

ذبح کر دیا تو اس پر تاوان نہیں۔

الحاصل ذبح کا مسئلہ کوئی مشکل نہیں ہے قربانی کے جانور کو کوئی بھی مسلمان بسم اللہ پڑھتے ہوئے ذبح کرے تو قربانی جائز ہوگی اس لیے اس سے متعلق زیادہ بحث ومباحثہ کرنے کی حاجت نہیں۔

اس باب میں جانور کی خریداری کا مسئلہ بہت اہم ترین مسئلہ ہے قربانی کا جانور مضحی خود خریدے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں کہ خریدنے والا مالک ہو جاتا ہے اور اپنی ملکیت کے قربانی کے جانور کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے یا دوسرے سے ذبح کرائے یا دوسرا اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردے بہر صورت قربانی جائز و درست ہوگی۔

اجتماعی قربانی میں عام طور پر بڑے جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے البتہ حج میں چھوٹے جانوروں کی بھی قربانی کی جاتی ہے۔ چونکہ اجتماعی قربانی میں جانوروں کی خریداری بطریق وکالت ہوتی ہے اس لیے اس طریقہ سے خریدنا ضروری ہے جس سے وہ معین جانور اگر بکری کی نوع کا چھوٹا جانور ہو تو کامل جانور معین شخص کی ملک ہو جائے اور اگر اونٹ، گائے، یا بھینس کی انواع میں سے بڑا جانور ہو تو سات معین افراد کے گروہ کی ملک ہو جائے اور اس معین جانور کا ایک ایک سبع سات حصہ داروں میں سے ایک ایک کی ملک ہو جائے۔

زیر بحث مسئلہ میں قربانی کے جواز وعدم جواز کی بنا ذبح سے پہلے مضحی کی ملکیت ثابت ہونے اور نہ ہونے پر ہے اگر مضحی کی ملکیت ذبح سے پہلے ثابت ہو جائے تو قربانی جائز ہوگی ورنہ اس شخص کی قربانی جائز ہوگی ہی نہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اجتماعی قربانی کے لیے جانوروں کی خریداری میں کس صورت میں جانور قربانی والوں کی ملک ہوگا اور کس صورت میں ان کی ملک نہ ہوگا۔

اجتماعی قربانی میں قربانی کے جانوروں کی خریداری کی متعدد صورتیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔

(۱) اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنے والا ناظم لوگوں کی جانب سے قربانی کے لیے وکیل بننے اور پیسے وصول کرنے سے پہلے ہی جانوروں کو خرید لیتا ہے۔

(۲) لوگوں سے پیسے وصول کر لیتا ہے اس کے بعد جانوروں کی خریداری کرتا ہے لیکن ایک ایک جانور متعین کر کے سات سات لوگوں کے گروہ کی نیت سے نہیں خریدتا ہے۔

(۳) ناظم کسی قصائی سے کہہ دیتا ہے کہ تم پچاس یا سو یا دوسو جانور ان اوصاف کے لاؤ میں تم سے خریدلوں گا وہ قصائی جانور خرید خرید کر جمع کرتا ہے پھر اجتماعی قربانی کا ناظم اس قصائی سے سارے جانور ایک ساتھ خرید لیتا ہے۔ ایک ایک جانور متعین کر کے سات سات افراد کے گروہ کی نیت سے نہیں خریدتا ہے۔

(۴) ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اجتماعی قربانی کا مہتمم پیسے تو خود جمع کرتا ہے لیکن قربانی کے لیے جانور خود نہیں خریدتا ہے دوسرے کو وکیل بناتا ہے۔

اقول:۔ پہلی صورت میں اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنے والا مہتمم جانور خریدنے کا وکیل بنائے جانے سے پہلے ہی جانور خرید لیتا ہے اس لیے وہ جانوروں کو خریدتے وقت کسی کا وکیل نہیں ولہذا جانوروں کی خریداری بطور وکالت ہونے کا کوئی

سوال ہی نہیں اس لیے ان جانوروں کا مالک خود وہ خریدار ہوتا ہے جو بعد میں قربانی کے لیے لوگوں سے پیسے وصول کرتا ہے لیکن ایک ایک جانور کو متعین کر کے سات سات متعین افراد کے گروہ کو بیع نہیں کرتا ہے اور نہ ہی ایک ایک معین جانور کا سبع سبع ایک ایک شخص کو بیع کرتا ہے۔

دوسری اور تیسری صورتوں میں جس وقت اجتماعی قربانی کا مہتمم جانور خریدتا ہے اس وقت وہ وکیل شرا بن چکا ہے اور چوتھی صورت میں تو وکیل نے وکیل بنایا اس صورت میں وکیل اول نے موکلین سے وکیل بنانے کا اذن لے لیا ہو یا وکیل اول کے سامنے خریدے یا علی سبیل التنز ل عرفا اجازت مانی جائے تو اس کی وکالت درست ہوگی اس بحث میں تفصیل کر کے کلام طویل کرنا بہتر نہیں سمجھتا اجمالا اتنا کافی ہے۔

وکیل اگر اس وقت ایک ایک اونٹ یا بھینس کو معین کر کے قربانی کے لیے پیسے دینے والے سات سات معین افراد کے ایک ایک گروہ کی نیت سے خریدتا یا ان جانورں کو خریدنے کی اضافت ان سات سات معین افراد کے مال کی طرف کرتا یعنی اس طرح کہتا: کہ میں اس جانور کو فلاں فلاں سات افراد کے مال سے خریدتا ہوں تو ان دونوں صورتوں میں ایک ایک معین جانور ایک ایک معین گروہ کی ملک ہوجاتا اور اس معین جانور کا ایک ایک سبع اس معین گروہ کے ایک ایک فرد کی ملک ہوجاتا۔ لیکن جب اجتماعی قربانی کے ناظم نے جو وکیل شرا ہے ایسا نہیں کیا تو اجتماعی قربای کا ناظم اور وکیل جس نے جانوروں کو خریدا وہی ان جانوروں کا مالک ہوگیا اور اپنی اپنی قربانی کے لیے پیسے دینے والے موکلین جانوروں کے مالک نہ ہوئے۔ اس لیے کہ کسی شخص کو جانور کی تعیین شخصی کیے بغیر غیر معین جانور خریدنے کا وکیل بنایا جائے اور وہ وکیل جب کوئی جانور خریدے تو درج ذیل دو صورتوں میں وہ جانور موکل کی ملک ہوگا۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ وکیل جب جانور خریدے تو موکل کی نیت سے خریدے اور مسئلہ دائرہ میں اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ یہ کہے کہ: میں یہ جانور فلاں فلاں سات معین افراد کے لیے خرید رہا ہوں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل اس جانور کو خریدنے کی اضافت موکل کے مال کی طرف کرے اور مسئلہ دائرہ میں اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ یہ کہے میں یہ کہ: جانور فلاں فلاں سات افراد کے مال سے خرید رہا ہوں تو ان دو طریقوں سے خریدا ہوا جانور ان معین موکلین کی ملک ہوگا اور ان موکلین کی طرف سے قربانی جائز و درست ہوگی۔

اور اگر ایسا نہیں کیا تو وہ جانور موکل کی ملک نہ ہوگا بلکہ اجتماعی قربانی کا ناظم اور وکیل جس نے ان جانورں کو خریدا ہے وہی ان جانوروں کا مالک ہوجائے گا۔

ہدایہ آخرین باب الوکالۃ ص ۸۶ میں ہے:

ان و کلہ بشراء عبد بغیر عینہ فاشتری عبدا فھو للو کیل الا ان یقول نویت الشراء للمو کل او یشتریہ بمال المو کل قال رضی اللہ عنہ ھذہ المسئلۃ علی وجوہ ان اضاف العقد الی دراھم الامر کان للامر وھو المراد عندی بقولہ او یشتریہ بمال المو کل دو ن النقدمن مالہ

ترجمہ: اگر کسی کو غلام خریدنے کا وکیل بنایا غلام کو معین کیے بغیر اور وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ غلام وکیل کی ملک

ہوگا مگراس صورت میں جب کہ وکیل یہ کہے کہ: میں نے موکل کے لیے خریدنے کی نیت کی یا اس غلام کو موکل کے مال سے خریدا مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ مسئلہ چند وجوہ پر ہے اگر عقد بیع کی اضافت آمر (موکل) کے دراہم کی طرف کرے تو وہ خریدا ہوا غلام آمر کا ہوگا اور میرے نزدیک ان کے قول: یا اس غلام کو موکل کے مال سے خریدے'' سے یہی مراد ہے۔موکل کے مال سے بائع کو ثمن ادا کرنا مراد نہیں ہے۔

قدوری ص ۱۲۷ میں ہے:

وان وكله بشراء عبد بغير عينه فاشترى عبدا فهو للوكيل الا ان يقول نويت الشراء للموكل اويشتريه بمال الموكل۔

ترجمہ: اگر اسے غیر معین غلام خریدنے کا وکیل بنایا پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ غلام وکیل کا ہوگا مگر جب کہ وہ یہ کہے کہ میں نے موکل کے لیے خریدنے کی نیت کی یا اسے موکل کے مال سے خریدے تو ان دو صورتوں میں موکل کا ہوگا۔

الجوهرة النيره ج ۲ ص ۱۷۹ میں ہے:

(اويشتريه بمال الموكل) ارادبه اضافة العقد الى دراهم الموكل ولم يردبه النقد من ماله اى ليس المراد ان يشتريه بدراهم مطلقة ثم نقد المدفوعة الى الوكيل۔

ترجمہ:۔ مصنف کے قول (یا اسے موکل کے مال سے خریدے) سے مراد لیا کہ عقد شرا کو موکل کے دراہم کی طرف مضاف کرے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ غلام مطلق دراہم سے خریدے اور بائع کو وہ دراہم ادا کرے جو موکل نے وکیل کو دیا تھا۔

ملتقى الابحر ج ۳ ص ۳۲۰ میں ہے:

وفى غير المعين هو للوكيل الاان ا ضاف العقد الى مال الموكل او اطلق ونوى له۔

ترجمہ: غیر معین شی خریدنے کا وکیل بنانے کی صورت میں وکیل کے ذریعے خریدی ہوئی شی وکیل ہی کی ملک ہوگی مگر جب کہ وکیل عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کرے یا ثمن کو مطلق رکھے اور موکل کے لیے خریدنے کی نیت کرے۔

اس کی شرح مجمع الانھر ج ۳ ص ۳۲۰ میں ہے:

وفى غير المعين هو اى الشراء للوكيل يعنى لو اشترى الوكيل بشراء شىء غير معين شيأ يكون الشراء للوكيل اذا الاصل انه يعمل لنفسه (الاان اضاف العقد الى ما ل الموكل بان قال: اشتريت بهذا الالف وهو مال الامر او اطلق العقد بان قال: اشتريت فقط (ونوى) الشراء له اى للموكل فيكون للموكل فى الصورتين۔

ترجمہ: اور غیر معین شی خریدنے کا وکیل بنایا تو اس صورت میں خریداری وکیل کے لیے ہوگی یعنی غیر معین شی خریدنے کا وکیل بنایا گیا اور وکیل نے کوئی چیز خریدی تو اس چیز کی خریداری وکیل کے لیے قرار پائے گی اس لیے کہ اصل یہ ہے کہ آدمی اپنے لیے کام کرتا ہے۔مگر جبکہ عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کرے بایں طور کہ کہے : میں نے اس ہزار کے کے بدلے خریدا اور وہ آمر کا مال ہو یا عقد کو مطلق رکھے تو صرف یہ کہے کہ: میں نے خریدا اور موکل کے لیے خریدنے کی نیت کرے

تو ان دو صورتوں میں وہ چیز موکل کی ہوگی۔

کنز الدقائق مع البحر، ج ۷ ص ۲۷۰ میں ہے:

وان کان بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل او یشتریہ بمالہ۔

ترجمہ: اگر غیر معین شی خریدنے کی توکیل ہو تو خریداری وکیل کے لیے قرار پائے گی مگر اس صورت میں جب کہ موکل کی نیت سے خریدے یا اس کے مال سے خریدے۔

تبیین الحقائق ج ۵، ص ۲۶۳ میں ہے:

قال رحمہ اللہ (وان کان بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل اویشتریہ بمالہ)ای ان وکلہ بشراء عبد بغیر عینہ فاشتری عبدا فھو للوکیل الا اذا قال: نویت الشراء للموکل او یشتریہ بمالہ والمراد بقولہ اویشتریہ بمالہ ان یضیف العقد الیہ۔۔۔فان اضافہ الی (ثمن) معین کان المشتری لصاحب ذلك الثمن لان الظاھرانہ یضیف الی مال من یشتریہ لہ۔

ترجمہ: مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا (اور اگر توکیل غیر معین شی کو خریدنے کی ہوئی تو خریداری وکیل کے لیے قرار پائے گی مگر جب کہ موکل کے لیے خریدنے کی نیت کرے یا موکل کے مال سے خریدے) یعنی اس کو وکیل بنایا کسی غیر معین غلام کو خریدنے کا پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ غلام وکیل کا ہوگا مگر جب کہ وہ کہے کہ: میں نے موکل کے لیے خریدنے کی نیت کی یا اس کو موکل کے مال سے خریدے اور اس کے قول: یا موکل کے مال سے خریدے" سے مراد یہ ہے کہ عقد شرا کی اضات اس کی طرف کرے۔۔۔اگر عقد شرا کی اضافت معین ثمن کی طرف کرے تو خریدا ہوا غلام اس ثمن والے کے لیے ہوگا اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ آدمی خریداری کی اضافت اس شخص کے مال کی طرف کرتا ہے جس کے لیے وہ یہ چیز خریدتا ہے۔

ایسا ہی البحر الرائق ج ۷ ص ۲۷۰ میں ہے:

تنویر الابصار و در مختار ج ۵ ص ۲۰۲ میں ہے

وان(وکلہ) بشراء شیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء اوشراہ بمالہ ای بمال الموکل۔

ترجمہ: اور اگر اسے وکیل بنایا کسی غیر معین چیز کو خریدنے کا تو خریداری وکیل کے لیے ہوگی مگر جب کہ خریدتے وقت موکل کے لیے خریدنے کی نیت کرے یا اس چیز کو موکل کے مال سے خریدے۔

رد المحتار ج ۸ ص ۲۵۲ میں ہے:

قولہ:او شراہ بمالہ معناہ اضافۃ العقد الی مالہ لا الشراء من مالہ

ترجمہ: مصنف کے قول: "یا اس کے مال سے خریدے" کا معنی ہے عقد کو اس کے مال کی طرف اضافت کرنا نہ کہ خریداری اس کے مال کے عوض کرنا۔

بہار شریعت حصہ ۱۲ ص ۱۴۰ میں ہے:

غیر معین چیز خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جو چیز خریدے گا وہ خود وکیل کے لیے ہے مگر دو صورتوں میں موکل کے لیے ہے۔

(۱) ایک یہ کہ خریداری کے وقت اس نے موکل کے لیے خریدنے کی نیت کی

(۲) دوسری یہ کہ موکل کے مال سے خریدی یعنی عقد کو وکیل نے مال موکل کی طرف نسبت کیا مثلا یہ چیز فلاں کے روپے سے خریدتا ہوں ہدایہ درمختار (بہار)

مسئلہ دائرہ میں ان مذکورہ دو صورتوں میں ہی وہ خریدا ہوا جانور موکل کی ملک ہوگا۔ ورنہ وہ جانور وکیل کی ملک ہوگا۔

سات سات افراد کے گروہ کے لیے ایک ایک جانور کو خریدنے کی نیت یا ان کے مال کی طرف جانور کی خریداری کی اضافت بہ آسانی اس صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ سات سات افراد پر مشتمل لسٹ بنائی جائے اس کے بعد ایک ایک جانور کو خریدتے وقت خواہ سات سات افراد کے لیے خریدنے کی نیت کرے یا ان سات سات معین افراد کے مال کی طرف اضافت و نسبت کرے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو ان جانوروں کا مالک خود وکیل و ناظم اضحیہ ہوگیا جس نے خریدا ہے اس کے بعد اگر جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے وکیل و ناظم اضحیہ کی ملک سے موکلین کی ملک کی طرف منتقل کرنے کے لیے کوئی عقد شرعی عمل میں نہ لایا گیا تو ان جانوروں کا ذبح اور اہراق دم وکیل اور ناظم اضحیہ ہی کی ملک میں ہوا، موکل کی ملک میں اہراق دم نہ ہوا جب کہ قربانی صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جانور بوقت ذبح اس کی ملک ہو اور اہراق دم اس کی ملک میں ہو۔ ورنہ اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں۔

ولہذا اگر کوئی شخص اپنی ملک کا جانور دوسرے کی جانب سے قربانی کرے خواہ اس کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر دونوں صورتوں میں اس کی قربانی جائز نہیں۔

فتاوی قاضی خاں ج ۳ ص ۲۵۱ میں ہے:

رجل ضحی بشاة نفسه عن غیره لایجوز ذلك سواء كان بامره او بغیر امره لانه لاوجه لتصحیح الاضحیة من الامر بدون ملك الامر والملك للامر لایثبت الا بالقبض ولم یوجد القبض لامن الامر ولا من نائبه۔

ترجمہ:۔ کسی آدمی نے اپنی بکری دوسرے کی طرف سے قربانی کردی تو اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں خواہ اس کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر، اس لیے کہ آمر کی ملک کے بغیر اس کی قربانی کو جائز ٹھہرانے کی کوئی صورت نہیں اور آمر کے لیے ملک ثابت نہیں ہوتا مگر قبضہ سے اور یہاں قبضہ نہیں پایا گیا نہ آمر کا اور نہ ہی اس کے نائب کا۔

البحر الرائق ج ۹ ص ۳۲۶ میں ہے:

وفی فتاوی ابی اللیث :۔اذا ضحی بشاة من غیره بامره او بغیرامره لایجوز۔

ترجمہ:۔ فتاوی ابواللیث میں ہے: جب اپنی بکری کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کرے خواہ اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر تو یہ جائز نہیں

شلبیہ حاشیہ تبیین الحقائق ج ۶ ص ۴۸۸ میں ہے:

قال الولوالجی: رجل ضحی بشاة نفسه عن غیره لم یجز سواء كان بامره او بغیر امره لانه لایمكن

تصحیح النیة عنه الا باثبات الملك فی الشاة ولن یثبت الا بالقبض ولم یوجد قبض الآمر لابنفسه ولابنائبه اه

ترجمہ: ولوالجی نے فرمایا: کسی شخص نے اپنی بکری دوسرے کی طرف سے قربانی کردی تو یہ جائز نہیں خواہ اس کے حکم سے کیا یا اس کے حکم کے بغیر اس لیے کہ بکری میں آمر کے لیے ملک ثابت کیے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی نیت کو صحیح قرار دینا ممکن نہیں اور ملک بذریعہ ہبہ بلا قبضہ ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور یہاں قبضہ نہ پایا گیا نہ تو آمر کا اور نہ ہی اس کے نائب کا۔

فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۲ میں ہے:

ذکر فی فتاوی ابی اللیث رحمه الله تعالیٰ: اذا ضحی بشاة نفسه عن غیره بامر ذلك الغیر او بغیر امره لا تجوز لانه لایمکن تجویز التضحیة عن الغیر الا باثبات الملك لذلك الغیر فی الشاة ولن یثبت الملك له فی الشاة الا بالقبض ولم یوجد قبض الآمر ههنا بنفسه ولا بنائبه کذا فی الذخیرة۔

ترجمہ:۔فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی میں مذکور ہے: جب کوئی شخص اپنی بکری دوسرے کی طرف سے قربانی کرے چاہے اس غیر کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر دونوں صورتوں میں اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں اس لیے کہ غیر کی طرف سے قربانی کو جائز قرار دینا ممکن نہیں مگر بکری میں اس غیر کی ملک ثابت کر کے اور بکری میں بغیر قبضہ اس کی ملک ثابت نہیں۔اور یہاں آمر کا قبضہ نہیں پایا گیا نہ تو خود اپنے ہاتھ سے اور نہ ہی اپنے نائب کے ذریعہ سے۔ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔

بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۴۷ میں شلبیہ کے حوالے سے ہے:

اپنی بکری دوسرے کی طرف سے ذبح کردی اس کے حکم سے ایسا کیا یا بغیر حکم بہر صورت اس کی قربانی نہیں کیوں کہ اس کی طرف سے قربانی اس وقت ہوسکتی ہے جب کہ اس کی ملک ہو۔

اور اگر ذبح سے پہلے اس شخص کی ملکیت ثابت ہوجائے اور وہ اپنی طرف سے اس کی قربانی کرے تو اس کی قربانی جائز ہوگی اور اگر ذبح کے بعد اس کی ملکیت ثابت ہو تو قربانی درست نہ ہوگی جیسے کسی شخص نے دوسرے کی بکری غصب کر کے اپنی طرف سے قربانی کرلی اور بکری کے مالک کو بکری کی قیمت بطور تاوان ادا کردیا تو اس غاصب کی طرف سے قربانی جائز ہوگئی اس لیے کہ جب بکری کے مالک کو تاوان ادا کردیا تو غاصب وقت غصب سے ہی بکری کا مالک ہوگیا ولہذا فعل ذبح اس کی ملک میں ہوا اس کے برخلاف اگر کسی شخص نے اپنی بکری دوسرے شخص کے پاس ودیعت (امانت) رکھی اور اس دوسرے شخص نے اپنی طرف سے اس کی قربانی کردی پھر بکری کی قیمت بطور تاوان مالک کو ادا کردیا تو اس صورت میں اس کی قربانی جائز نہیں اس لیے کہ وہ شخص ذبح کے بعد بکری کا مالک ہوا اور فعل ذبح اس کی ملک میں نہ ہوا اس لیے اس کی قربانی جائز نہیں ہوتی۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فتاوی نوازل ص ۳۳۶ میں فرماتے ہیں:

ومن غصب شاة فضحی بها وضمن قیمتها جاز عن الاضحیة لانه اذا ملکها بالضمان ملکها من وقت الغصب بخلاف مااودع شاة عند آخر فضحی بها حیث لایجوز عنه لانه ملکها بعد الذبح۔

ترجمہ: جس شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کرلی اور بکری کی قیمت بطور تاوان مالک کو ادا کردیا تو اس کی قربانی

جائز ہےاس لیے کہ جب تاوان دینے کی وجہ سے بکری کا مالک ہوا تو وہ وقت غصب سے ہی اس کا مالک ہو گیا۔
تبیین الحقائق ج ٦ ص ٤٨٩ میں ہے:

من غصب شاة فضحى بها وضمن قيمتها جاز عن الاضحية لانه ملكها بالغصب السابق بخلاف مالو كانت وديعة فانه يضمنها بالذبح فلم يثبت له الملك الا بعده ولو ذبح اضحية غير ه بغير امره عن نفسه فان ضمنه المالك قيمتها تجوز عن الذابح دون المالك لانه ظهر ان الاراقة حصلت على ملكه على ما بينا فى المغصوبة وان اخذ ها مذبوحة اجزأت المالك عن التضحية لانه نواها فلا يضره ذبحها غيره على مابينا والله تعالىٰ اعلم۔

ترجمہ: جس نے کسی کی بکری غصب کر کے اس کی قربانی کر لی اور بکری کی قیمت مالک کو بطور تاوان ادا کر دیا تو اس غاصب کی طرف سے قربانی جائز ہو گئی اس لیے کہ وہ غصب سابق کے وقت سے ہی بکری کا مالک ہو گیا اس کے برخلاف اگر وہ بکری ودیعت (امانت) تھی پھر ذبح کی وجہ سے بکری کا تاوان ادا کر دیا تو ذبح کے بعد ہی اس کے لیے ملک ثابت ہوئی ذبح سے پہلے نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کا جانور اس کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے ذبح کر دیا پھر مالک کو بکری کی قیمت بطور تاوان ادا کر دیا تو ذابح کی طرف سے قربانی جائز ہوگی مالک کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی اس لیے کہ ظاہر ہو گیا کہ اراقۂ دم غاصب کی ملک پر حاصل ہوا جیسا کہ ہم نے مغصوبہ بکری کے بارے میں بیان کیا اور اگر مالک نے ذبح شدہ بکری لے لی تو مالک کی طرف سے قربانی جائز ہو گئی اس لیے کہ مالک نے پہلے ہی قربانی کی نیت کر لی ہے تو دوسرے کا اس کی قربانی کے جانور کو ذبح کرنا ضرر نہیں دے گا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسا ہی البحر الرائق ج ٩، ص ٣٢٩ میں ہے:
تنویر الابصار و درمختار مع ردالمحتار ج ٩ ص ٤٧٨ میں ہے:

يصح (لوضحى بشاة الغصب) ان ضمنه قيمتها حية---- لظهور انه ملكها بالضمان من وقت الغصب (لاالوديعة وان ضمنها) لان سبب ضمانه هنابالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع فى غير ملكه۔

ترجمہ: اگر غصب کی ہوئی بکری کی قربانی کی اور زندہ بکری کی قیمت بطور تاوان مالک کو ادا کر دیا تو ذبح کرنے والے کی قربانی صحیح ہے۔ اس لیے کہ ظاہر ہے کہ وہ تاوان دینے کی وجہ سے وقت غصب سے ہی بکری کا مالک ہو گیا۔
اس کے برخلاف ودیعت رکھی ہوئی بکری کو قربانی کرنے سے قربانی جائز نہیں اگرچہ تاوان ادا کر دے اس لیے کہ اس جگہ تاوان کا سبب ذبح ہے اور مذبوح میں ملکیت ثابت ہوتی ہے تمام سبب کے بعد اور یہاں تاوان کا سبب ذبح ہے (اس لیے بکری میں ذابح کی ملکیت ثابت ہوئی ذبح کی تکمیل کے بعد) ولہذا فعل ذبح غیر کی ملک میں واقع ہوا۔
اور غصب کی صورت میں مالک کو بکری کی قیمت بطور تاوان ادا کرنے سے اگرچہ غاصب وقت غصب سے بکری کا مالک ہو گیا اور اس کی قربانی ہو گئی لیکن تحصیل ملک چونکہ غیر شرعی طریقہ سے ہوئی ہے اس لیے اس غاصب پر لازم ہے کہ اس

فعل سے توبہ کرے۔

شلبیہ حاشیہ تبیین الحقائق ج۶ص۴۸۸ میں بدائع کے حوالے سے ہے

غصب شاۃ انسان فضحی بھا عن نفسہ لم یجز لعدم الملک و لاعن صاحبھا لعدم الاذن ثم ان اخذ ھا صاحبھا مذبوحۃ و ضمنہ النقصان فکذا لک لاتجوز عن الاضحیۃ عنھما و علی کل واحد منھما ان یضحی باخریٰ کما قلنا و ان ضمنہ صاحبھا قیمتھا حیۃ فانھا تجزئ عن الذابح لانہ ملکھا بالضمان من وقت الغصب بطریق الاستناد فصار ذابحا شاۃ ھی ملکہ فیجزؤ ہ لکنہ یاثم لان ابتداء فعلہ وقع محظورا فتلزمہ التوبۃ و الاستغفار و ھذا قول اصحابنا الثلاثہ۔

ترجمہ: کسی انسان کی بکری غصب کر کے اپنی طرف سے اس کی قربانی کردی تو اس کی قربانی جائز نہ ہوئی اس کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے اور بکری کے مالک کی طرف سے بھی قربانی جائز نہ ہوئی اس کی جانب سے اذن و نیت نہ ہونے کی وجہ سے پھر اگر مالک نے ذبح شدہ بکری لے لی اور ذبح کی وجہ سے بکری میں جو نقصان پیدا ہوا اس کا تاوان لے لیا تب بھی اسی طرح دونوں کی طرف سے قربانی جائز نہیں دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے جیسا کہ ہم نے کہا اور اگر غاصب سے مالک نے زندہ بکری کی قیمت بطور تاوان لے لیا۔ تو ذابح غاصب کی قربانی جائز ہے اس لیے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے وہ بطریق استناد وقت غصب سے ہی بکری کا مالک ہو گیا تو وہ ایسی بکری کو ذبح کرنے والا ہوا جو اس کی ملک ہے تو اسے کافی ہوگا لیکن وہ گنہ گار ہوا اس لیے کہ اس کا پہلا فعل (غصب) ناجائز واقع ہوا لہذا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ یہ ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے۔

(۲) اگر چہ اس نے بھینس اپنی قربانی کے لیے خریدی پھر چھ لوگوں کو اس میں شریک کرلیا اس جگہ شریک کرنے کا مطلب ہے ان چھ لوگوں کو ایک ایک سبع بیچنا یہاں بھینس معین ہے اور مشاع کی بیع جائز ہے اس لیے اس معین بھینس کے حصوں کو بیچنا جائز ہے۔ جب چھ افراد نے ایک ایک سبع خرید لیا تو وہ شرکاء ان حصوں کے مالک ہو گئے اہراق دم ان کی ملکیت میں ہوا۔ اس لیے ان کی قربانی جائز ہوئی۔ چونکہ بھینس خریدنے والے نے اپنی طرف سے پہلے قربانی کرنے کا عہد کرلیا تھا اس لیے قیاس کے مطابق اس کے حصے بیچنا جائز نہیں ہونا چاہیئے کہ بیچنا عہد کی خلاف ورزی پر مشتمل ہے لیکن فقہانے استحسانا جائز قرار دیا ہے۔ اور عہد کی خلاف ورزی موجب کراہت ہے اس لیے اس کو چاہیئے کہ جانور خریدتے وقت ہی یہ نیت کرے کہ اس جانور میں اور چھ افراد کو شریک کروں گا تو کراہت نہ ہوگی اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ جانور خریدنے سے پہلے ہی شرکاء کو جوڑ لے۔

فتاوی قاضی خان، ج۳، ص۳۵۰ میں ہے:

رجل اشتری بدنۃ واو جبھا اضحیۃ بلسانہ ثم اشترک فیھا ستۃ جملۃ او واحد ا بعد واحد حتیٰ صاروا سبعۃ فی القیاس لایجوز الاشتراک ولو فعل ذلک وضحوا بھا یکون لحما وھو قول زفر رحمہ اللہ تعالیٰ وفی الاستحسان یجوز وھو قول علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ و اذا جاز عند نا لا یجب التصدق بشی

من الثمن۔

ترجمہ:۔ایک آدمی نے بدنہ یعنی اونٹ وگائے کی نوع کا بڑا جانور خریدا اور اپنی زبان سے اس کی قربانی واجب کر لی پھر اسی میں ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے چھ کو شریک کر لیا یہاں تک کہ کل شرکاء سات ہو گئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اشتراک جائز نہ ہو اگر ایسا کر کے قربانی کی تو محض گوشت ہو گا اور یہی امام زفر رحمہ اللہ کا قول ہے اور استحسان میں جائز ہے اور یہی ہمارے علماء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور جب ہمارے علماء کے نزدیک جائز ہے تو اس کا ثمن صدقہ کرنا واجب نہیں۔

فتاوی خانیہ میں ہی ص ۳۵۱ میں ہے:

رجل اشترى بقرة لاضحية عن نفسه ثم اشترك فيها ستة ذكرنا انه يجزيهم استحسانا فان فعل ذلك قبل الشراء كان احسن وذكر فى مناسك الاصل لايسعه ان يشركهم بعد الشراء الا ان يريد عند الشراء ان يشركهم فيها فلا بأس به۔

ترجمہ:۔ایک آدمی نے اپنی طرف سے قربانی کے لیے گائے خریدی پھر اس میں چھ افراد کو شریک کر لیا تو ہم نے ذکر کیا کہ یہ استحسانا ان کے لیے کافی ہو گا اگر یہ کام خریدنے سے پہلے کر لے تو زیادہ اچھا ہو گا کتاب الاصل کے مناسک میں مذکور ہے کہ خریدنے کے بعد لوگوں کو شریک کرنے کی گنجائش نہیں مگر جب کہ خریدنے کے وقت لوگوں کو شریک کرنے کا ارادہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

البحرارائق ج۹ص۳۱۹ میں ہے:

ولو اشترى بقرة يريد ان يضحى ثم اشترك فيها معه ستة اجزاه استحسانا والقياس لايجزئى وهو قول زفر لانه اعدها قربة فيمتنع بيعها وجه الاستحسان انه قد يجد بقرة سمينة وقد لا يظفر بالشركاء وقت الشراء فيشتريها ثم يطلب الشركاء ولولم يجز ذلك لحرجوا وهو مدفوع شرعا والاحسن ان يفعل ذلك قبل الشراء۔

ترجمہ:۔اگر قربانی کرنے کے ارادے سے گائے خریدی پھر اپنے ساتھ اس میں چھ افراد کو شریک کر لیا تو استحسانا اس کے لیے جائز ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جائز نہ ہو اور یہی امام زفر کا قول ہے اس لیے کہ اس کو تقرب کے لیے مقرر کیا ہے تو اس کی بیع ممنوع ہو گی، استحسان کی دلیل یہ ہے کہ کبھی کبھی فربہ گائے نہیں ملتی ہے اور کبھی خریدنے کے وقت شرکاء نہیں مل پاتے اس لیے وہ گائے خرید لیتا ہے پھر شرکاء تلاش کرتا ہے اگر یہ جائز نہ ہو تو لوگ حرج سے دوچار ہوں گے اور حرج شرعا مدفوع ہے زیادہ بہتر یہ ہے کہ شرکا کو جوڑنے کا کام جانور خریدنے سے پہلے کرے

(۳) شرعا وہ بیع تعاطی نہیں ہے۔اس کو بیع تعاطی مان کر مفید ملک قرار دینا اور یہ کہنا کہ کسی کی طرف سے قربانی کرنے کے ارادے سے جانور متعین کر کے عالم یا قصاب کے حوالے ہو جانے سے یا جانور کو زمین پر لٹانے سے اسی وقت جس کی طرف سے قربانی ہوتی ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔

متعدد وجوہ سے باطل ہے

اولا:۔قصاب ہی جانور کو گراتا اور باندھتا ہے اور عالم کا کام بسم اللہ پڑھ کر جانور کے حلقوم پر چھری پھیرنا ہے بلکہ ذبح پورا

ہونے سے پہلے ہی قصاب چھری اپنے ہاتھ میں لیکر ذبح پورا کرتا ہے اب تو زیادہ تر عالم صرف دعا پڑھتے ہیں پورا ذبح قصاب ہی کرتا ہے۔

عالم کا یہ فعل تبادل ملکین پر دلالت نہیں کرتا کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ عالم کا چھری پھیرنا اور دعا پڑھنا خریداری ہے اس کے دل میں خیال بھی نہیں گزرتا کہ چھری پھیر کر اور دعا پڑھ کر میں اس جانور کو خرید رہا ہوں۔

اور قصاب کے قبضہ میں اس وقت اگر چہ جانور پہونچتا ہے لیکن قصاب اجیر ہے اس کے قبضہ میں بطریق اجارہ جاتا ہے نہ کہ بطریق بیع اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں کہ میں اس جانور کو قبضہ میں لیکر خرید رہا ہوں اس لیے اس کا فعل بھی تبادل ملکین پر دلالت نہیں کرتا اور قربانی کے جانور کا قصاب کے قبضہ میں جانے کو اور جانور کو لٹانے اور باندھنے اور کاٹنے کو کوئی بھی شخص بیع وشرا نہیں سمجھتا ہے۔

ثانیا:۔ بیع میں جن اشیاء کا ثمن متعارف نہ ہوان اشیاء کا ثمن بیان کرنا ضروری ہے ورنہ بیع منعقد نہیں اور مسئلہ دائرہ میں تو مبیع جانور ہے جو ذوات القیم سے ہے ذوات الامثال سے نہیں ولہذا قربانی کے جانوروں کا ثمن متعارف ہونا متصور ہی نہیں تو جب ثمن متعارف نہیں اور مذکور بھی نہیں تو یہاں بیع بھی منعقد نہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

فتح القدیر میں ہے" رکنه الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول او فعل اه---نعم المظهر قد یکون نصا وهو اللفظ المقرر للایجاب والقبول وقد یکون دلالة کالمساومة واخذ المثمن بعد بیان الثمن فی بیع التعاطی ۔(فتاوی رضویه ج۵،ص۵۳۸)

ترجمہ:۔اس (بیع) کا رکن وہ فعل ہے جو دونوں ملکوں کے تبادل سے راضی ہونے پر دلالت کرے اھ" ہاں رضا مندی کا مظہر کبھی صراحۃ ہوتا ہے اور وہ ہے ایسا لفظ جو ایجاب وقبول کے لیے مقرر ہو اور کبھی دلالۃ ہوتا ہے جیسے بھاؤ کرنا اور بیع تعاطی میں بیان ثمن کے بعد مثمن (مبیع) کو لے لینا۔

نیز امام احمد رضا اسی میں فرماتے ہیں:

وحیث لاحاجة الی البیان للعرف العام کالخبز مثلا حیث یکون له قیمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدکان وجلوسه للبیع واعداده الخبز لذلك دلیل علی البیع واخذ المشتری علی الشراء(فتاوی رضویه ج۵ ص۵۳۸)

ترجمہ:۔ جہاں عرف عام کی وجہ سے ثمن بیان کرنے کی حاجت نہیں جیسے روٹی جس جگہ اس کی قیمت متعین ہو مختلف نہ ہو تو بائع کا دکان کھولنا،اس کا بیچنے کے لیے بیٹھنا اور اس کا بیچنے کے لیے روٹی تیار کرنا بیع پر دلیل ہے اور مشتری کا روٹی لینا خریدنے پر دلیل ہے۔

نیز امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

فالتعاطی ههنا من احد الجانبین وهوو ان جاز عند البعض وبه بفتی وهو ارجح التصحیحین فلا بد فیه عند مجیزه من بیان البدل وههنا کما علمت مجهول فلم ینعقد البیع اجماعا۔(فتاوی رضویه ج۵،ص۵۳۸)

ترجمہ:۔ بیع تعاطی اس جگہ احدالجانبین سے ہے اور وہ اگر چہ بعض کے نزدیک جائز ہے اوراسی پر فتوی ہے اور یہی دو تصحیحوں میں زیادہ راجح ہے لیکن اس کو جائز قرار دینے والے کے نزدیک اس میں بدل (ثمن) کو بیان کرنا ضروری ہے اور ثمن اس جگہ مجہول ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ولہذا بیع بالا جماع منعقد نہیں نیز امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النھر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع بتسلیم المبیع وکھذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی فی المحیط ۔(فتاوی رضویہ ج۵،ص۵۳۸)

ترجمہ:۔ بیع تعاطی دو بدلوں میں سے ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ثمن ومبیع دونوں کو شامل ہے ایسا ہی النہرالفائق میں ہے اور اس قائل نے مبیع کو سپرد کر کے اس بیع کے انعقاد کے لیے ثمن کے بیان کو شرط قرار دیا ہے اوراسی طرح محیط میں شیخ امام ابوالفضل کرمانی کے فتوی کی حکایت کی گئی ہے۔

ردالمحتار ج۷ص۲۷میں ہے:

فان التعاطی لیس فیہ ایجاب بل قبض بعد معرفۃ الثمن

ترجمہ: بیع تعاطی میں ایجاب نہیں ہے بلکہ اس میں ثمن کی معرفت کے بعد قبضہ کرنا ہے۔

نیز ردالمحتار ج۷ص۱۵میں ہے:

من شرائط الصحۃ۔۔۔معلومیۃ المبیع ومعلومیۃ الثمن بما یرفع المنازعۃ۔

ترجمہ: بیع کے شرائط صحت میں سے ہے مبیع کا معلوم ہونا اور ثمن کا معلوم ہونا اس طرح کہ منازعت کو دفع کر دے۔

ثالثا:۔ علی سبیل التنزل عالم اور قصاب کو اس بیع تعاطی میں قابض مبیع اور مشتری فرض کر لیں تو چونکہ ان کو اجتماعی قربانی کے ناظم نے بلایا ہے اور قصاب کو جانور کاٹنے کا اجیر بنایا ہے اور جن کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے انہوں نے دعا پڑھنے والے عالم اور قصاب کو اپنا وکیل شراء نہیں بنایا تو یہ دونوں اس بیع میں قربانی کرنے والوں کے حق میں فضولی ہوئے اولا ان کو اپنا مشتری ہونا ہی معلوم نہیں تو مضحی کی نیت سے خریدنا کیوں کر متصور؟ علی سبیل التنزل اگر یہ فرض کر لیں کہ عالم نے یا قصاب نے مضحی کی نیت سے خریدا تو چونکہ یہ دونوں مضحی کے حق میں فضولی ہیں تو ان کی خریداری مضحی کے حق میں نافذ نہیں بلکہ ان کی اجازت پر موقوف ہے اور بیع موقوف مفید ملک نہیں تو اہراق دم مضحی کی ملک میں نہ ہوا اس لیے ان کی قربانی جائز نہیں ہوئی۔

رابعا:۔ قصاب کو اپنا مشتری ہونا معلوم نہیں وہ تو اپنے کو اجیر ہی سمجھتا ہے ولہذا اس کا اس بیع تعاطی میں مشتری ہونا باطل ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اس سے ایسا فعل صادر ہو رہا ہے جس کا اس کو علم نہیں اور سبق علم کے بغیر جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اضطراری ہوتا ہے اختیاری نہیں جب کہ خرید وفروخت کرنا فعل اختیاری ہے اضطراری نہیں لہذا اس کا مشتری ہونا باطل ہے۔ علی سبیل التنزل اگر یہاں بیع تعاطی مان لیا جائے تو اجارہ میں بیع کا داخل ہونا لازم آئے گا اور صفقۃ فی صفقۃ ہونا لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

الحاصل:۔ مسئلہ دائرہ میں اس کو بیع تعاطی قرار دینے اور مفید ملک ٹھہرانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۴) اپنے جانور کو پیرومرشد کی اجازت سے ان کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے زمین پر لٹانے سے پیر صاحب کا قبضہ ہرگز نہیں اس لیے کہ جب پیر صاحب نے اپنی قربانی کی صرف اجازت دی ہے وہاں خود موجود نہیں نہ ہی کسی کو وکیل قبض بنایا تو پیرومرشد کا قبضہ اصلاً نہ ہوا نہ تو اپنے ہاتھ سے کہ وہ وہاں موجود نہیں اور نہ ہی نائب کے ذریعہ کہ انہوں نے کسی کو وکیل قبض بنایا نہیں۔

اسی طرح قربانی کے لیے جانور عالم کو یا قصاب کو سپرد کرنا عالم صاحب کا قبضہ ہرگز نہیں اس لیے کہ مذکور عالم کو اور قصاب کو انہوں نے اپنا وکیل قبض مقرر نہیں کیا ہے پیرومرشد نے اپنے مرید کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے اس سے ان کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی۔

فتاوی قاضی خان ج ۳، ص ۲۵۱ میں ہے:

رجل ضحٰ بشاة نفسه عن غيره لايجوز ذلك سواء كان بامره او بغير امره لانه لاوجه لتصحيح الاضحية من الامر بدون ملك الامر والملك للامر لايثبت الا بالقبض ولم يوجد القبض لامن الامر ولامن نائبه۔

ترجمہ: کسی آدمی نے اپنی بکری دوسرے کی طرف سے قربانی کردی تو اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں خواہ اس کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر، اس لیے کہ امر کی ملک کے بغیر اس کی قربانی کو جائز ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں اور امر کے لیے ملک ثابت نہیں ہوتی مگر قبضہ سے اور یہاں قبضہ نہیں پایا گیا نہ تو امر کا اور نہ ہی اس کے نائب کا۔ متعدد کتب سے جزئیات سوال نمبر ۱ کے جواب میں ذکر کردیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

تنبیہ:۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر اجتماعی قربانی کے ناظم نے لوگوں سے پیسے وصول کرنے سے پہلے ہی جانور خرید لیے۔ یا پیسے وصول کرنے کے بعد خریدے لیکن ان دو طریقوں سے خریداری نہیں کی جن کے ذریعہ جانور موکل کی ملک ہوتا ہے یعنی

(۱) ایک ایک معین جانور کو سات سات معین افراد کی نیت سے نہیں خریدا۔

(۲) نہ ہی ایک ایک معین جانور کی خریداری کو سات سات معین افراد کے مال کی طرف مضاف کیا

جس کی وجہ سے وکیل ہی ان جانوروں کا مالک ہوگیا اور قربانی جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جانور بوقت ذبح مضحی کی ملک ہو تو ایسی صورت میں اجتماعی قربانی کا ناظم جو وکیل شرا بھی ہے وہ کیا صورت اختیار کرے کہ لوگوں کی قربانیاں درست ہوجائیں؟

اس کے لیے متعدد حیلے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) آسان حیلہ یہ ہے کہ اجتماعی قربانی کا ناظم وہ سارے جانور کسی دوسرے شخص کو بیچ دے اور اس کے قبضہ میں دیدے اس کے بعد ایک ایک جانور معین کر کے سات سات معین افراد کی نیت سے خریدے اس طرح سات سات معین افراد ایک ایک معین جانور کے ایک ایک سبع (ساتویں حصہ) کے مالک ہوجائیں گے اور ان کی قربانی درست ہوجائے گی لیکن اس میں

یہ دھیان رکھنا ضروری ہے کہ جس آدمی کو وہ سارے جانور بیچ کر اس سے دوبارہ مذکورہ طریقہ پر خریدے گا وہ شخص اجتماعی قربانی کے ناظم کا باپ یا دادا یا بیٹا یا پوتا یا اس کی بیوی نہ ہو ورنہ خریداری جائز نہ ہوگی اس لیے کہ وکیل کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے جس چیز کو خریدنے کا وکیل بنایا گیا ہے وہ چیز بطور وکالت اپنے باپ، دادا، یا بیٹا، پوتا، یا اپنی زوجہ یا اپنے غلام یا مکاتب سے خریدے (قدوری ص ۱۲۶ میں ہے)

الوکیل بالبیع والشراء لایجوز له ان یعقد عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ مع ابیه وجده وولده و ولد ولده وزجته وعبده ومکاتبه۔

ترجمہ: جس کو بیچنے اور خریدنے کا وکیل بنایا گیا ہو اس کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں کہ خرید وفروخت کا عقد اپنے باپ یا دادا یا اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد یا اپنی بیوی یا اپنے غلام یا اپنے مکاتب سے کرے۔

کتبہ

قاضی شہید عالم رضوی کٹیہاری
خادم تدریس وافتاء جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف:
مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ
M.9411658062